گر تو برا نہ مانے.....

محمد یعقوب ربانی
فاضل جامعہ سلفیہ فیصل آباد

واعظِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی
برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی
رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کا نقشہ ہر اعتبار سے پہلے کی نسبت مختلف ہے اور حالاتِ ماضیہ اپنے اپنے وقت میں کچھ نہ کچھ اثرات ضرور چھوڑ جایا کرتے ہیں لیکن لمحہ فکریہ یہ ہے کہ علم حالات و زمانے کے اعتبار سے پہلے کی نسبت بہت زیادہ ہے مدارس دینی و دنیاوی تقریبا ہر علاقے میں بیشمار ہیں علماء لاتعداد ہیں علم کی ترقی کی وسعتیں اپنے آخری کناروں کو بوسہ دے رہی ہیں پوری دنیا سمٹ کر مختصر ہو رہی ہے مشرق میں بیٹھا شخص مغرب کے ساتھ رابطے میں ہے شرق و غرب کے علوم و فنون کا تبادلہ ہو رہا ہے۔ اس پہ (Discus) تحقیق و ریسرچ کا بازار گرم ہے غرضیکہ شمال کا فرد جنوب سے چند لمحوں میں جو چاہے علم حاصل کر لے اس کیلئے پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا بہترین ذرائع و وسائل ہیں مثلا ریڈیو ٹی وی فون اخبارات و رسائل، مجلات و جرائد، خصوصا اب انٹرنیٹ وغیرہ، کبھی ایک قرآنی آیت کی تفسیر کیلئے ہفتوں سفر درکار ہوتا تھا ماہرِ تفسیر تک پہنچنے کیلئے ایک حدیث کے حفظ و سماع کی خاطر مہینوں کے سفر طے کئے جاتے فتح الباری میں اگر [illegible] مطالعہ [illegible] مقامات و سمجھنے سے فہم قاصر ہو [illegible] ہندوستان سے مصر کے سفر کا انتظام کیا جاتا، جبکہ آج صورت احوال یہ ہے کہ اگر کوئی طالبعلم جس جگہ اپنی قلت وسائل کیوجہ سے زندگی میں پہنچنے کی امید نہیں رکھتا وہ ان ذرائع ابلاغ کے واسطہ سے چند لمحات میں وہاں کی معلومات سے مستفیض ہو سکتا ہے، بقول شخصے

مہینوں کے کٹتے ہیں رستے پلوں میں
گھروں سے سوا چین ہیں منزلوں میں
ہر اک گوشہ گلزار ہے جنگلوں میں
شب و روز ہے ایمنی قافلوں میں
سفر جو کبھی تھا نمونہ سقر کا
وسیلہ وہ اب سراسر ظفر کا
پہنچتی ہیں ملکوں میں دم دم کی خبریں
چلی آتی ہیں شادی و غم کی خبریں
عیاں ہیں ہر اک براعظم کی خبریں
کھلی ہیں زمانے پہ عالم کی خبریں
نہیں واقعہ کوئی پنہاں کہیں کا
ہے ائینہ احوالِ روئے زمیں کا

ان ساری سہولتوں اور علم کی وسعتوں کے باوجود صورت مسئلہ والمیہ یہ ہے کہ بدعملی بڑھتی جا رہی ہے بے عملی کی گھٹا چھا رہی ہے۔ دین سے دوری کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، لادینیت کا راج نظر آتا ہے بے راہ روی کا [illegible] طبقہ لوگوں کی نظر میں حقیر و مقہور [illegible] کی قسمت [illegible] ہوا دکھائی دیتا ہے نفس مسئلہ یہ ہے کہ علم بڑھا تو بدعملی بھی بڑھتی، حالانکہ چاہئے تو یہ تھا علم کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ عمل بھی اعلیٰ سے اعلیٰ منازل پہ فائز ہوتا لیکن وائے ناکامی کہ عمل نے علم کا ساتھ چھوڑ دیا بعض حضرات تو ایک غیر حقیقی بات بھی کہتے ہیں کہ علم نہیں جہالت بڑھی ہے، جبکہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے اور کریں بھی کس طرح کیونکہ اہل علم کا ایک جم غفیر موجود ہی نہیں بلکہ مصروف کار بھی ہے دینی مدارس کی بھی بھرمار ہے مکتبہ جات کتب کی اشاعت سے تھکاوٹ محسوس کر رہے ہیں، ان کی اتنی تعداد ہے کہ اللـہ هـو الغني..... بات پھر وہی ہے کہ علم جتنا آگے بڑھا عمل اتنا ہی پیچھے رہ گیا۔ اس کی وجوہات کیا ہیں؟ اس کے اسباب کیا ہیں؟ اس بات کا بھی جائزہ لیتے ہیں علماء سے معذرت کے ساتھ کہ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے، دولت نے علم پر فتح پالی ہے، جس سے بدعملی کا مظاہرہ عام ہے۔ آج ہر شخص کو دیکھیں الا ماشاء اللہ وہ اپنا دین دنیا کی خاطر بیچ رہا ہے دنیا کی حرص نے اس قدر اندھا کر دیا ہے کہ واضح طور پر قرآن و سنت کے احکامات کو جھٹلاتا ہے تجارت کی خاطر پیسہ و روپے کی خاطر حصولِ زر کی خاطر۔ بعض علماء کی صورت بھی اس سے مختلف نہیں منتظمین مساجد و مدارس کے ہاتھوں بے بس ہیں جماعتی پالیسی خواہ غلط ہو یا صحیح چونکہ اس جماعت سے وابستہ ہے جائز ناجائز حمایت کا اپنے آپ کو پابند کرے گا۔ کانفرنسوں اور جلوسوں کو دیکھ لیں بلانے والے جیسا برایف کرینگے بالکل ان کی خواہش کے مطابق گفتگو ہوگی مہمان بسا اوقات میزبان کو خوش کرنے کیلئے نامناسب تقریر بھی فرما جاتے ہیں۔ حالانکہ دیکھنا یہ چاہئے کہ عوام کو ضرورت کس بات کی ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں عوام خوش کیسے ہونگے لوگ کیا چاہتے ہیں؟ جس طرح عوام چاہتیں اسی رنگ میں [illegible]

سے مسجد میں خطیب و مدرس اور امام ہیں لیکن انتظامیہ نے پابند کیا ہے کہ فلاں مسئلے پر گفتگو نہیں فرمائیں گے، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اپنے آپ کو انتظامیہ مسجد کا ملازم بنا کر رکھنے والا خدا کا بندہ اس مسئلہ کو زیر بحث لائے بہرحال مال و دولت ہر بندہ کی ضرورت ہے لیکن اس دور میں تو مال کو ضرورت نہیں بلکہ مقصد سمجھ لیا گیا ہے۔ بسا اوقات تو علم حاصل ہی اس مطمع نظر سے کیا جاتا ہے کہ اموال الناس کو اکٹھا کریں گے۔ علم کے بل بوتے پہ دنیا کمائیں گے اور مقصد صرف اور صرف یہی ہوا اس کو ہی ٹارگٹ بنالیا جائے۔ اور نصب العین طے کر لیا جائے تو مال پتہ نہیں ملے یا نہ ملے۔ آخرت میں یہ علم وبال جان ضرور بن جائے گا۔ ہمیں یہ بات پکی کر لینی چاہئے کہ جو ہمارے اقوال ہیں ان کی مطابقت ہمارے اعمال پر لازم ہے اور گفتار تب تلک رائیگاں بے سود ہے جب تک کردار اس کی موافقت نہ کرے اور انسان جب علم کو حاصل کرتے وقت ساتھ ساتھ عمل کو اس کا ساتھی نہیں بناتا تو پھر وہ عمل لیٹ ہوتے ہوتے رہ ہی جاتا ہے بدعملی کا سبب جہاں اور چیزیں ہیں وہاں پر علماء و مبلغین اور مقررین و واعظین کی اپنی بدعملی کو بھی اس میں بڑا عمل دخل ہے کہ قرآن و حدیث کی سونے جیسی دمکتی چمکتی بات صرف قائل کی بدعملی کی وجہ سے اثر کھو بیٹھی ہے اور لوگ غلط اس بات کا سہارا لے لیتے ہیں۔ کہ یہ خود پڑھا ہوا ایسے کرتا ہے ہم کر لیں تو کیا حرج ہے۔ حالانکہ بات یہ بھی غلط ہے لیکن ڈوبتی ہوئی کشتی کو تنکے کا سہارا۔ اگر اہل علم خود کسی مسئلہ پر عمل پیرا ہوں تو میرے خیال میں زیادہ کہنے سے زیادہ کرنا اثر اندازی میں خوب ہوتا ہے۔ اور متاثر کرتا ہے۔

مشہور واقعہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے میدان میں جب شرطیں طے ہوگئیں مذاکرات مکمل ہوگئے تو آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ قربانی والے جانور جو ساتھ ہیں اسی جگہ ذبح کر دو لیکن صحابہؓ نے اس بات میں ذرا لیت و لعل سے کام لیا کہ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے کوئی راستہ نکال دے ممکن ہے کہ کوئی نیا حکم آ جائے اور اس بات میں بھی تردد ہوا کہ بیت اللہ والی قربانی اس جگہ کس طرح ذبح ہوسکتی ہے اسی صورت میں آنحضرت ﷺ خیمہ میں تشریف لائے حضرت ام سلمہؓ نے چہرے کے اثرات پڑھ کر آپ سے پریشانی کا سبب پوچھا اور عرض کی کہ آپ غمگین کیوں ہیں تو نبی ﷺ نے سارا واقعہ کہہ سنایا تو حضرت ام سلمہؓ نے مشورہ دیا کہ اللہ کے رسول ﷺ آپ لوگوں کو کچھ کہے بغیر اپنی قربانی کے جانور کو میدان میں لے جا کر لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ذبح کر دیں چنانچہ نبی ﷺ نے ایسا ہی کیا کہ چند لمحے نہ گزرے تھے کہ صحابہ کرامؓ فوراً بغیر کسی تاخیر کے اٹھے اور اپنی قربانیوں کو گھسیٹتے ہوئے میدان میں لے جا کر اسی جگہ ذبح کر دیا۔ (الرحیق المختوم)

یہ ہوتا ہے عمل کا اثر اگر قائلین کے الفاظ و افعال رفاقت کر لیں تو کیا ہی خوب۔ ہمارے اسلاف اسی لئے کامیاب تھے کہ حالات کچھ ہوں وہ اپنی دھن کے پکے کردار کے اچھے ہی رہے ہیں۔ ایک علاقے میں ایک عالم پورے علاقے میں روشنی کا سبب ہدایت کا ذریعہ بنتا تھا سارے وسائل کم ہونے کے باوجود خاندانوں کے خاندان شہروں کے شہر اس کے حلقہ اثر میں آتے اور مستفیض ہوتے اور توحید و سنت وہاں پھلتے پھولتے پورا علاقہ راہ نجات پر گامزن ہوتا آج ایک علاقہ میں سینکڑوں علماء ہیں جگہ جگہ درس و تدریس اور وعظ و نصیحت کا اہتمام ہے لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ ہماری تو حالت یہ ہے۔

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب ٹھہری ہے نظر دیکھئے جا کر کہاں

ہوتی نہیں دعا ترک عشق کی
دل چاہتا نہ ہو تو دعا میں اثر کہاں

گرج دار تقریر کرنے والے مقرر اکثر نماز کے سست وعظ و خطاب کے چست ہیں۔ رات کی نمازیں خصوصاً عشاء و فجر کو تو بمشکل ہی قریب پھڑکنے دیتے ہیں اور اگر کبھی پڑھنے کا موقع ملے بھی تو دن کے نو بجے اٹھ کر رات کی عشاء کی قضائی دینے کیلئے وضو کیا اور ساتھ ہی فجر کی بھی قضائی دے دی ایک وضو سے آرام سے دو نمازیں پڑھیں اور عقیدت مندوں کو بتلایا ہم نے اتنے عرصے سے عشاء کے وضو کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی ہے لوگ سمجھتے ہیں واہ سبحان اللہ اور یہ چیز بطور خوبی بیان ہونے لگی۔ علماء کو خصوصی طور پر اپنے علم کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ حضرت امام شافعیؒ کا قول ہے فرماتے ہیں چار چیزیں عقل کو بڑھا دیتی ہیں: ۱) لایعنی باتوں سے پرہیز فضول گفتگو سے کنارہ کشی ۲) مسواک کرنا ۳) نیک لوگوں کی مجلس اختیار کرنا ۴) اپنے علم پر عمل کرنا (حیات الحیوان اردو علامہ کمال الدین دمیری جلد نمبر ۲ صفحہ ۴۵۵) حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا آپ ﷺ نے فرمایا:

ما حق امرئٍ مسلم يبيت ليلتين وله شئی يريد ان يوصی فيه الا وصية مكتوبة عند راسه

کہ کسی مسلمان کیلئے لائق نہیں کہ وہ اس حال میں دو راتیں گزارے کہ اس کے پاس کوئی وصیت کرنے والی چیز موجود ہو جس کے متعلق وہ وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو مگر اس کی وصیت اس کے سرہانے نہ ہو۔ اس حدیث کو سننے کے بعد **ما مرت علی ليلة منذ سمعت رسول الله ﷺ يقول ذلک الا وعندی وصيتی** ابن

رات مجھ پر ایسی نہ گزری کہ میرے سرہانے میری وصیت لکھی ہوئی نہ رکھی ہو۔(احکام الجنائز وبدعہا علامہ ناصر الدین البانیؒ) یہ ہے ہمارے سلف صالحین کی سیرت وکردار اور اپنے علم کے مطابق فوری عمل اسی لئے ان کی بات بھی ایک تاثیر ورنگ ضرور چھوڑتی تھی وہ ہمیشہ اپنا اعلیٰ کردار عوام الناس کے سامنے پیش کرتے جس کو دیکھ کر لوگ غول درغول دین اسلام کی طرف کھنچے چلے آتے تھے خود پیغمبر انقلاب ﷺ نے جو دین لوگوں کو دیا سب سے پہلے اس کو اپنی ذات مقدسہ پہ نافذ کیا حدیث شریف میں آیا ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اذا استاذن احدکم ثلاثا فلم یوذن فلیرجع جب تم میں سے کوئی کسی کے گھر داخل ہونے کی اجازت طلب کرے اگر اسے اجازت نہ ملے تو وہ واپس پلٹ جائے(صحیح بخاری کتاب الاستئذان باب التسلیم والاستئذان ثلاثا باب نمبر ۲۹۳ حدیث نمبر ۱۱۷۴) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ حضرت سعد بن عبادہؓ کے گھر گئے تین مرتبہ اجازت طلب کی لیکن اجازت نہ ملی آپ ﷺ واپس ہو لئے حضرت سعدؓ نے کہا میں نے تینوں مرتبہ جواب دیا تھا لیکن آہستہ آواز سے تاکہ میرا آقا مجھ پر اور سلام کرے اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں (معارف القرآن جلد نمبر ۶ صفحہ نمبر ۳۹۲) یہ ہے نبی ﷺ کا اپنے قول کے مطابق عمل۔ امیر المومنین فی الحدیث، رئیس المحدثین سید الفقہاء امام بخاریؒ فرماتے ہیں: **ما اغتبت احدا قط منذ علمت ان الغیبة حرام** جب سے مجھے علم ہوا ہے کہ غیبت حرام ہے چغلی منع ہے میں نے آج تک اس وقت سے لیکر کسی کی چغلی اور غیبت نہیں کی ہے۔(مقدمہ فتح الباری شرح صحیح البخاری امام ابن حجر العسقلانی صفحہ ۶۰۵) اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان پاکباز لوگوں کو عزت وتکریم کے ساتھ نوازا ہے اور ان کے نام کو رہتی دنیا تک کیلئے بلند فرمادیا ہے اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ حضرت امام مالک بن انسؒ کی ایک وصیت جو ہمارے لئے بھی مشعل راہ ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں جب میں مدینہ سے امام مالکؒ کی اجازت کے ساتھ اپنے کوچ کی تیاری کر رہا تھا تو امام مالکؒ تشریف لائے مجھے مخاطب کرکے فرمایا بچے اللہ سے ڈرتے رہنا اور جو علم کی روشنی اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنی رحمت وفضل سے عطا فرمائی ہے اس کو معاصی اور اللہ کی نافرمانی کرکے بدعملی کے ذریعے کہیں بجھا نہ بیٹھنا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ومن لم یجعل الله له نورا فما له من نور جس کو ذات باری تعالیٰ نے (ہدایت کی) روشنی سے محروم رکھا اس کو کہیں سے روشنی مل سکتی ہی نہیں(سورۃ النور، آیت نمبر ۴۰)(حیات الحیوان للدمیری اردو جلد ۱ صفحہ ۴۶۴) امام یوسف مزیؒ نے تو ایک امام (غالبا یحییٰ بن ھارون) کے متعلق اپنی کتاب تہذیب الکمال میں لکھا ہے **لم یعص الله قط** پوری زندگی میں انہوں نے کبھی لمحہ بھر بھی خدا کی نافرمانی نہیں کی۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا میں جو حدیث سنتا ہوں اس پر عمل کرتا ہوں جب وہ میرے عمل (Prectical) سے گزر جاتی ہے پھر وہ مجھے بھولتی نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی **لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون** کہتے ہیں میرے پاس جو بہترین مال تھا میں نے فوری طور پر راہ خدا میں دے دیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا تھا۔ جب تک اپنا محبوب مال اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو گے نیکی کو نہیں پاسکو گے۔ عمل سے علم کی ترقی ہوتی ہے اس میں وسعت آتی ہے بدعملی سے علم روٹھ جاتا ہے رحمت خداوندی بھی ساتھ چھوڑ دیتی ہے نحوست آجاتی ہے علم میں بے رونقی اور بے برکتی آجاتی ہے جبکہ علم کے مطابق عمل سے رحمت خداوندی کا نزول اور توفیق خداوندی کا حصول ہوتا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

شکوت الی وکیع سوء حفظی
فاوصانی الی ترک المعاصی
قال العلم نور من الله
ونور لا یعطی لعاصی

میں نے اپنے استاد وکیعؒ سے شکایت کی کہ میرا حافظہ بہت کمزور ہے انہوں نے مجھے گناہ چھوڑنے کی تلقین کی اور فرمایا علم اللہ کی طرف سے نور ہوتا ہے اور یہ نور اللہ کے نافرمانوں کو نصیب نہیں ہوتا ہے(العلم والعلماء صفحہ نمبر ۴۳، مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈا نگری)

اس لئے ہمیں اپنے علم کی روشنی کو مزید بڑھانے کیلئے میدان عمل کے شاہسوار بننا چاہئے حقیقی بات ہے کہ علماء حق کا ایک بہت بڑا درجہ ومقام ہے اگر یہ ٹھیک راہنما ہوں تو کیا ہی اچھا ہے کہ ان کی دنیا بھی بہتر آخرت بھی بخیر لیکن اگر وہ بدعمل ہیں تو ہماری حالت تو پہلے دنیاوی اعتبار سے بہت کمزور ہے پھر آخرت و عاقبت بھی برباد ہوگی ہمیں انتہائی محتاط رہنا چاہئے کہ کہیں ہماری دین میں سستی ولاپرواہی لوگوں کیلئے گمراہی اور دین سے دوری اسلام سے نفرت کا سبب تو نہیں بن رہی کہیں ایسا نہ ہو ان کا کچھ معاملہ ہمارے لئے قیامت کو کوئی پریشانی کھڑی کردے اسلئے کہ سبب ہم تھے۔ اگر انسان زبان سے کچھ کہے اور اس کو پورا نہ کرے(اس پر عمل نہ کرے) وہ ایک جھوٹا ہے جیسا حدیث شریف میں آیا ہے مسند احمد اور ابوداؤد میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اس وقت میں ایک چھوٹا سا بچہ تھا کھیلنے کیلئے بھاگ رہا تھا کہ

میری والدہ نے مجھے آواز دی ادھر آ تجھے کچھ دوں نبی پاک ﷺ نے فرمایا کچھ دینا بھی چاہتی ہو؟ عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ کھجوریں دونگی آپ نے فرمایا تو پھر ٹھیک ورنہ یاد رکھو کوئی چیز نہ دینے کا ارادہ ہوتا بلکہ یونہی کہتیں تو تم پر ایک جھوٹ لکھا جاتا (تفسیر ابن کثیر جلد نمبر ۵ تفسیر سورۃ الصف آیت نمبر ۲) اگر تیرے قول کے مطابق تیرا عمل نہ ہوتا تو جھوٹی ہوتی۔

اس سے صاف پتا چلتا ہے کہ جو کچھ زبان سے انسان کہتا ہے عملا اور فعلا ایسے کرے بھی علماء یہود کی ایک بری خصلت اور عادت قبیحہ اللہ تعالی نے قرآن میں بیان فرمائی ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے اسلام کی تعریف کرتے اور خود اس کی طرف راغب اور تابع نہ ہوتے۔ لوگوں کو کہتے اسلام اچھا دین ہے قبول کرلو لیکن خود نہ کرتے۔ چنانچہ فرمان خداوندی ہے:

اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون (سورۃ البقرۃ: ٤٤) یعنی تم لوگوں کو نیک کاموں کی طرف ترغیب دیتے ہو لیکن خود اس طرف نہیں آتے ہو حالانکہ تم تو کتاب (تورات شریف) بھی پڑھتے ہو کیا تمہیں کچھ عقل نہیں۔ اس بات سے صاف واضح ہوتا ہے کہ جن نیک اعمال کی لوگوں کو ترغیب دی جارہی ہو واعظ و مبلغ پہلے خود ان پر نمونہ بنے اگر نہیں بنتا تو باقی عام لوگوں کی نسبت اس کی سزا بھی زیادہ ہوگی۔

امام ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز ایک شخص کو دوزخ میں ڈالا جائے گا اس کی انتڑیاں نکل کر ڈھیر ہو جائیں گی وہ شخص آگ پہ پڑی اپنی انتڑیوں کے گرد گھومے گا جیسے گدھا چکی (آجکل بیل کھراس) کے گرد گھومتا ہے، لوگ اس سے پوچھیں گے کیا تم تو ہمیں نیکی و بھلائی کا حکم اور وعظ و نصیحت نہیں کیا کرتے تھے اور برائی اور شر سے منع نہیں کرتے تھے؟ کہے گا ہاں بالکل میں میں خود عمل نہیں کرتا تھا (ماخوذ از اشرف الحواشی صفحہ ۹)

اس لئے خطباء حضرات مبلغین و مقررین اور واعظین و مدرسین کو اپنے تمام احوال کا جائزہ لینا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ الامان والحفیظ یہ معاملہ ہمارا ہی نہ ہو علماء کا بہت درجہ ہے ان کو **العلماء ورثة الانبياء** کا لقب عنایت ہوا ہے۔ پیغمبر کو منتخب ہی اس لئے کیا جاتا ہے وہ احکامات الٰہیہ کو عملی (Practical) طور پر کر کے لوگوں کو طریقہ بتادے اور نمونہ پیش کرے ورنہ اللہ اپنے احکامات و کتب (ڈائریکٹ) بلا واسطہ بندوں کے حوالے کرنے پہ بھی قدرت رکھتا ہے۔ اگر علماء انبیاء کے وارث ہیں تو لازمی طور پر ان کی ڈیوٹی بھی انبیاء والی ہی ہے۔ ہمارے بلاتفریق مسالک تمام حضرات تو چلو خیر نہیں کچھ افراد ایسے ہیں جو اپنے لئے فخر یہ بات سمجھتے ہیں کہ ہمیں کوئی فاتح وہابیت ونجدیت فاتح بریلویت فاتح دیوبندیت وغیرہ کے القاب والفاظ سے یاد کرے اور اس چیز کے حصول کیلئے بسا اوقات شرعی حدود بھی پامال کرتے ہیں اسلامی قوانین واصول اور دینی قواعد و ضوابط بھی پھلانگ جاتے ہیں اور امن کو تہس نہس کرتے ہیں اور پھر یہ چیز فسادات واختلافات کا سبب بنتی ہے۔ اور رنگارنگ فتنے جنم لیتے ہیں اور معاشرے کو اپنی آگ وشعلے کی لپیٹ میں لیتے ہیں اور جاہلیت کا اظہار واعادہ کیا جاتا ہے حالانکہ یہ بات سخت منع ہے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں میں نے معراج کی رات جہاں اور بہت ساری چیزیں دیکھیں وہاں یہ بھی دیکھا ایک جماعت و قوم ہے جن کی زبان و ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جارہے ہیں ادھر کٹے ادھر درست ہوگئے پھر کاٹے گئے پھر ٹھیک ہوگئے برابر یہی حال جاری ہے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل امین نے جواب دیا یہ فتنے کے واعظ وخطیب ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر اردو جلد ۳ صفحہ ۱۸۲، سورۃ بنی اسرائیل: ۱) اہل علم کو چاہئے کہ ایسی باتوں سے اجتناب کریں جن سے فتنہ کا ڈر لڑائی کا خطرہ ہو بلکہ بسا اوقات تو بعض جائز امور اور لوگوں کے فائدے کے کام بھی فقط اس لئے چھوڑ دیئے جاتے ہیں کہ ان سے کوئی فتنہ وغیرہ نہ کھڑا ہو اختلافات رونما نہ ہو جائیں خود نبی ﷺ نے بیت اللہ شریف کی تعمیر نو کو اس ڈر سے چھوڑ دیا تھا اور اس کی ایک دروازے کی بجائے دو دروازے والی تبدیلی جو خاص لوگوں کے فائدے کیلئے تھی نہیں کی تھی اور وہ فائدہ اور اس خواہش کا اظہار نبی ﷺ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سامنے کر بھی دیا تھا (تفصیل کیلئے دیکھئے صحیح بخاری کتاب العلم باب ۴۹، حدیث ۱۲۶) اس لئے ہمیں ہرصورت چاہئے کہ جب ہم لوگوں کیلئے مصلح ہونے کی کوشش میں ہیں تو خود ہمارا معاملہ منقح ہو اور صاف ہو جبکہ ہمارے بعض مولوی حضرات (جن کو میں تو سمجھتا ہوں کہ علم کی حقیقت سے ناآشنا اور اسلامی روح سے ناواقف ہیں) جب کوئی ایسا معاملہ جسمیں خود گرفتار ہوں تو حیل و حجت سے کام لیتے ہیں اور تاویلات کا سہارا لیتے ہیں۔ اور ثابت کرتے ہیں کہ ہمیں کتاب اللہ بہت یاد ہے جبکہ وہ لوگ جن کے پاس ذات باری تعالی کا دین نازل ہوا انہوں نے بغیر کسی لیت ولعل کے سمجھ آجانے کے بعد اپنے آپ کو عمل کے میدان میں فورا تیار کیا اور آگے بڑھایا حالانکہ وہ ایسے صحرا کے باسی ایسے علاقے کے رہائشی اور ایسے معاشرے کے افراد اور ایسے شہر کے باشندے تھے جن کے اصلی حالات کو بیان کرتے ہوئے انسان چونک اٹھتا ہے حالی جیسے قادر الکلام شاعر نے انکی (Situation) صورت حال سے یوں پردہ اٹھایا ہے:

جوا ان کی دن رات کی دل لگی تھی
شراب ان کی گھٹی میں گویا پڑی تھی

تعیش تھا غفلت تھی دیوانگی تھی
غرض ہر طرح ان کی حالت بری تھی
بہت اس طرح ان کو گزری تھی صدیاں
کہ چھائی ہوئی نیکیوں پر تھیں بدیاں

لیکن ان ساری چیزوں کے باوجود جب ان کے پاس علوم اسلامیہ آئے اور وہ اس علم کے علماء بنے اور وارث ٹھہرے تو ان مقدس شخصیات نے منہ کو لگی ہوئی شراب کی بوتلیں مے کے جام ہٹا دیئے گھروں سے مٹکے نکال کر بازاروں میں انڈیل دیئے زنا کے رسیا اس کے قریب تک نہ بھٹکتے۔ جوا کے شیدائی اب اس کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے چوری کے عادی اب اس معاملہ کو ایک گندا فعل تصور کر کے اس سے دور بھاگتے تھے، نتیجۃ اللہ نے ان جماعت صحابہؓ اور افراد مقدسہ کو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کے القابات سے نوازا اور سرفراز فرمایا ابو مرثد غنویؓ کا واقعہ مشہور ہے کہ مکہ میں رات کی تاریکی میں ان کو ایک دوشیزہ (عناق) ملی جو جاہلیت میں ان کی محبوبہ و معشوقہ تھی۔ اس نے کہا تم آؤ عیش کے بستر پہ کب سے ملے نہیں ذرا عیاشی کریں جوابا غنویؓ نے فرمایا خدا کی بندی اب نہیں میرے پاس علم آ گیا ہے ان چیزوں کو جانتے بوجھتے ہوئے کس طرح اپنا سکتا ہوں اس نے کہا حالات کو دیکھو تو تم رات کی تاریکی میں بھی ہو اور مکہ والوں کے مجرم بھی وہ آپ پر تیغ و پا بھی ہیں میں شور ڈالنے پہ قدرت بھی رکھتی ہوں میرے پاس بہترین موقع بھی ہے لوگوں نے تجھے پکڑ لیا تو تکہ بوٹی کر دیں گے لیکن ان ساری باتوں کے باوجود اس عظیم انسان نے اس بات کو رد کر دیا اور کہا نبی ﷺ سے بات کروں گا اگر اجازت مل گئی تیرے ساتھ نکاح کر کے حلال طریقہ اختیار کروں گا اس لئے کہ ان کے پاس علم آ گیا تھا کہ ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام و ممنوع قرار دیا ہے حالانکہ اس عورت نے شور بھی مچا دیا اس صحابیؓ نے اپنی جان خطرے میں بھی ڈال دی لیکن غلط کام کی طرف قدم نہیں اٹھائے۔ (تفسیر قرطبی) جب کہ آج کل حالت یہ ہے:

میاں واعظ میخانے میں رندوں کو سمجھانے گئے
واپس آئے تو بڑی مشکل سے پہچانے گئے

بالکل ظاہری بات ہے کہ ناواقف بے علم جاہل کو ناسمجھی کی وجہ سے معافی ملنے میں آسانی ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: **انما التوبة على الله للذين يعملون السوء بجهالة** (سورۃ النساء آیت ۱۷) توبہ اللہ پر ان لوگوں کیلئے جو برائی کے کام بے علمی کی وجہ سے نادانستہ کرتے ہیں۔ اگر کوئی علم آنے کے بعد ایسا کرے تو پھر فرمان خداوندی ہے اے پیغمبر ﷺ اگر آپ علم آنے کے بعد ان (یہود ونصاری) کی خواہشات کے تابع ہوں گے تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے (سورۃ البقرۃ:۱٤٥)

کس قدر سرزنش و انتباہ ہے علم آنے کے بعد غلطی کرنے پر۔ لوگ تو (Black Color) کالے رنگ کے کپڑے ہیں جن پر جس قدر داغ لگ جائیں نظر نہیں آئیں گے، جبکہ آپ علماء (White Color) سفید رنگ کے کپڑے ہیں جن پر ہلکا سا داغ بھی دور سے نمایاں نظر آئے گا۔ اپ علماء کی عظمت کا عالم یہ ہے (۱) آپ جماعت انبیاء کے وارث ہیں (۲) آپ ہدایت و روشنی کے مینار ہیں جو اس لادینی کے دور میں امید کی کرن نظر آتے ہیں (۳) آپ اللہ کی وحی جلی اور وحی خفی کے ناشران ہیں (۴) آپ اللہ کی اس دھرتی پر سب سے بہترین جگہیں اللہ کے گھر (مساجد) کے ذمہ داران ہیں (۵) آپ منبر و محراب کے مالک ہیں جو کہ ایک نشان امتیاز ہے (۶) آپ کا رات بھر سونا عبادت گزار کی ساری رات عبادت کرنے کے برابر ہے (۷) ایک مزور روایت کے مطابق آپ کا درجہ بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہے (۸) آپ لوگوں کی نگاہوں میں (اگر باعمل ہوں تو) محبوب و مطلوب ہیں وہ اپنے مال و اسباب آپ پر قربان کرتے ہیں (۹) آپ نے اس گئے گزرے دور میں جبکہ اکثریت مال و زر کی پرستار ہے) دنیا و مافیہا کو دھکا دے کر دین کو گلے لگایا ہے (۱۰) آپ نے مارکیٹوں اور بازاروں کو چھوڑ کر دینی مدارس اور علوم اسلامیہ کو اپنا رفیق سفر بنایا ہے وہی آپ کا ملجا و ماویٰ ہے اس سے بڑی قربانی زمانہ حال میں اور کوئی نہیں (۱۱) آپ لوگوں کے حقیقی گائیڈ اور اصلی قائد صحیح معنوں لیڈر و سربراہ اور رہبر و راہنما ہیں۔

ایک افسوس ناک و عبرتناک واقعہ جو سبق آموز بھی ھے۔

ہمارے علاقے میں ایک گاؤں جو آبادی کے لحاظ سے بہت بڑا اور پرانا بھی ہے وہاں دین اسلام کو جاننے والا کوئی نہ تھا۔ جاہلیت بے دینی شرک و بدعت رواج و رسومات ان کے محبوب اور مقصود نظر تھے، ڈاکہ زنی، شراب نوشی، قتل و غارت دھینگا مشتی، زنا خوری، تعصب و کینہ انکا مشغلہ تھا۔ آئے دن وہاں قتل ہوتے، لڑائیاں چھڑتی تھیں گویا

یوں ہر روز ہوتی تھی تکرار ان میں
یونہی چلتی رہتی تھی تلوار ان میں

اچانک وہاں روشنی کی ایک کرن امید بن کر چمکی کچھ افراد دین حق کی طرف راغب و مائل ہوئے ناگہاں وہاں پر ایک مسجد تعمیر (جس کا نام مسجد توحید رکھا گیا) ہوئی لوگ چند مہینوں میں اس قدر تبدیل ہو گئے کہ مسجد جلد ہی اپنی تنگی داماں کا شکوہ کرنے لگی اور واعظ کی آواز تبلیغ آسمانی بجلی کی طرح ان پر برجدار بن کر گری جس نے ان سب کو خواب غفلت سے بید